QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com

’نظریہ وحدۃ الوجود‘ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ

The Concept Wahda-Tul-Wojood in the light of Islamic Education; an analytical study

Dr. Muhammad akram
Assistant professor, Govt. college of technology pindi bhattian hafizabad. Email: akramfqchfd@gmail.com
Muhammad saad
M. Phil Scholar, Dept. of Islamic Studies, Lahore Leads University, Lahore. Email: Saadrasheed101@gmail.com

Thinkers expressed their opinion about the position and relationship between the universe and the Creator the universe. In various schools of thoughts, the sufia explained the relationship between the Creator and the creations as the ideology of **“Wahda-Tul-Wujood”.** The critics consider this ideology of wahda-tul-wojood as “Infidelity”. The critics of tasawuf and sufia’ arguments will be analyzed in the light of Islamic educations.

According to the critics of the tasawuf, the sufia consider everything as Allah. They think everything is Allah. Allah is Allah and even man is also Allah. Reality of wahda-tul-wojood is adopted and presented by Ibn-e-Arabi. Wahda-Tul-Wojood will be analyzed in the light of Islamic education.

Key Words: Wahda-Tul-Wujood, Mysticism, Ibn-e-Arbi, Philosphers, Islamic point of view.

تعارف:

کائنات اور خالق کائنات کے درمیان تعلق اور نسبت کی حیثیت کے بارے مفکرین نے اپنی آزادی رائے کا اظہار کیا ہے۔ مختلف مکاتب فکر میں صوفیہ خالق اور مخلوق کے تعلق کی وضاحت نظریہ وحدۃ الوجود کے نام سے کرتے ہیں۔ ناقدین نے نظریہ وحدۃ الوجود پر نقد کرتے ہوئے اسے کفر و شرک سے تعبیر کیا ہے۔ ناقدین تصوف اور صوفیہ کے دلائل کا تعلیمات اسلامیہ کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ کیا جائے۔ پرویز کے نزدیک وحدۃ الوجود کا مفہوم یہ ہے کہ کائنات میں کوئی چیز اپنا وجود نہیں رکھتی جو کچھ نظر آتا ہے وہ سب خدا ہی ہے پرویز وحدۃ الوجود کے عقیدے کو اپنی کتاب "تصوف کی حقیقت "میں یوں بیان کرتے ہیں۔

"عام فہم الفاظ میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ کائنات میں کوئی شے اپنا دجود نہیں رکھتی جو کچھ نظر آتا ہے سب ہی خدا ہے۔ یعنی خدا ہر شے ہے ابن عربی تصوف کی تاریخ میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں کیونکہ

ان کا وضع کردہ عقیدہ تصوف کی روح سمجھا جاتا ہے۔اور قطع نظر ان کے جو اسے اعلانیہ اختیار کرتے ہیں۔جو اس سے بظاہر اختلاف کرتے ہیں،وہ کسی نہ کسی شکل میں ان سے متاثر نظر آتے ہیں"۔[1]

افکار ناقدین تصوف کے مطابق نظریہ وحدۃ الوجود میں صوفیہ ہر چیز کو خدا سمجھتے ہیں جو کچھ نظر آتا ہے وہ خدا ہے۔خدا بھی خدا اور انسان بھی خدا ہے۔اس عقیدے کو مرتب و مولف انداز میں پیش کرنے والی شخصیت ابن عربی کی ذات ہے تعلیمات اسلامیہ کی روشنی میں وحدۃ الوجود کا تحقیقی جائزہ لیا جائے گا۔

لغوی اور اصطلاحی مفہوم

لغوی اور اصلاحی اعتبار سے وجود کے بارے مختلف تعریفات وتصورات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

وجود کے معنی ہیں کسی چیز کا ہونا۔یہ "ہونا" آدمی کے ذہن میں ہو یا خارج میں ، جو چیز وجود رکھتی ہے وہ چیز نظری ہو گی یا بدیہی، یعنی اپنے وجود کے اثبات میں دلائل کی محتاج ہو گی یا بلا دلیل ثابت ہو گی۔علماء کے نزدیک پہلی چیز کے وجود کو نظری اور دوسری چیز کے وجود کو بدیہی کہتے ہیں۔شیخ اکبر بدیہی وجود کے قائل ہیں۔

متکلمین کے نزدیک وجود کی تعریف

متکلمین نے نہ تو وجود کی تحدید اور تعریف کی ہے انہوں نے تعریف لفظی کے چند مترادفات استعمال کیے ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں۔

"جیسے کون، ثبوت، تحقیق، حصول یہی تعریف الشیی بنفسہ کہلاتی ہے واجب ممکن اور سبھی اطلاقات میں وجود مشترک معنوی ہے مطلب یہ ہے کہ وجود کا مفہوم اور معنی ہے جو ان کے جملہ مصدقات پر خواہ واجب ہوں یا ممکن،اسی معنی اور مفہوم میں صادق آتا ہے"۔[2]

حکماء کے نزدیک تصور وجود

یعنی عبد النبی دستور العلماء میں وجود کی تعریف بیان کرتے لکھتے ہیں۔

"یعنی، کون، ثبوت، حصول وغیرہ واجب تعالی کا وجود اس کی عین ذات ہے اس لیے واجب تعالی کی تعریف ان کے نزدیک ایسی ہے جس کا عقل ادراک نہیں کر سکتی"۔[3]

اشاعرہ کے نزدیک وجود کی تعریف

ان کے ہاں وجود سے مراد وجود عین کا ثابت ہونا ہے وہ چیز جس کے ساتھ کوئی چیز فاعل، منفعل، حادث اور قدیم کی طرف منقسم ہو۔سعد الدین تفتازانی شرح المقاصد میں تعریف یوں رقم کرتے ہیں۔

"ما یصح به ا ن یعلم الشی ویخبر عنه"

ترجمہ: وجود وہ چیز ہے جس کے ساتھ کسی چیز کو معلوم کیا جاسکے اور ان کی خبر دی جاسکے"۔[4]

---

[1] Ghulām Ahmad Perveiz, Tasawuf kī Haqīqat (Lahore: Ṭulu‘-e-Islām Trust, 2008 A.D), 99.

[2] Muhammad Rāzī, Al-Mabāhis al-Mashriqiyah (Beirūt: Dār al-Kitāb al-‘Arbī, 1410 A.H), 97/1.

Sheikh ‘Abd al-Nabī, Dustūr al-‘Ulamā’ (Beirūt: Dār al-Kutub al-Ilmiyah, 2000 A.D), 304/3.[3]

[4] S‘ad ud-dīn Taftāzānī, Sharha al-Maqāṣid (Qum Irān: Munshirāt al-Sharīf al-Razī, 1409 A.H), 295/1.

صوفیہ کے نزدیک وجود کی تعریف

ابن عربی وحدۃ الوجود کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"یہاں صرف دو چیزیں ہیں۔ حق اور خلق، خلق اپنی ذات اور عین کے اعتبار سے کثرت میں واحد ہے اور حق اپنی ذات و عین کے اعتبار سے ایسی واحد ذات ہے جس کے اسماء اور نسبتیں کثیر ہیں"۔[5]

وجود باری تعالی اور ممکنات میں فرق کرتے ہوئے ابن عربی" فصوص الحکم "میں لکھتے ہیں۔

"ممکنات اپنے عدم اصلی سے جڑے ہوئے ہیں اور وجود حقیقی سے بے بہرہ ہیں کیوں کہ اللہ تعالی کے وجود کے سوا اور کوئی وجود نہیں ہے اور وہی ہے جو اعیان کے اقتضاء اور ممکنات کی ذات کے مطابق ظہور کرتا ہے اور تعین پذیر ہوتا ہے چنانچہ ممکنات اور مخلوقات اس کی ذات کے تعینات مظاہر اور شیون ہیں اس کا وجود حقیقی اور واحد ہے"۔[6]

عبد الغنی النابلسی نے وجود کی تعریف کو یوں بیان کیا ہے۔

"جس کا اپنا وجود ذاتی ہو اور حیات اس کی ذاتی ہو۔ نیز دیگر اشیاء کو قائم رکھنے والا ہو اس اعتبار سے وہ وجود صرف اللہ تعالی کو کہتے ہیں۔ جہاں تک مخلوق کو موجود کہنے کی بات ہے تو وہ اس وجود کی حیثیت قیومیت کے ساتھ نسبت کی وجہ سے موجود مانتے ہیں"۔[7]

شارحین وحدۃ الوجود کے نزدیک وحدۃ الوجود کی تفہیم

مولانا صدر الدین قونوی وحدۃ الوجود کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"تو جان لے کہ حق تعالی وجود محض ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں اور بے شک وہ وحدۃ حقیقی کے ساتھ واحد ہے جو کثرت کے مقابلہ میں نہیں سمجھی جاتی اور نہ ہی اس کا تحقق اس (کثرت) کی ذات میں موقوف ہے اور نہ ہی اس کا تصور علم صحیح کے اندر اس کی ضد کے تصور پر متحقق ہے بلکہ وہ فی نفسہ ثابت شدہ ہے اور کسی اور سے ثابت ہونے والی نہیں ہے"۔[8]

مولانا روم کتاب مثنوی میں حلول و دخلول کی نفی اور توحید باری تعالی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"جز وجود مطلق و ہستی پاک — آنچہ آید در خیالت ہست خاک
وجود مطلق اور پاک ہستی کے سوا — جو کچھ تیرے خیال میں آئے خاک ہے
تو کجا و من کجا عالم کجا — ہست یک نور منزہ اے فنا
تو کہاں اور میں کہاں عالم کہاں — اے نوجواں ایک پاکیزہ نور ہے"۔[9]

[5] Ibn-e-ʻArbī, Fatūhāt-e-Makkiyah (Beirūt: Dār al-Ehyā' al-Turāth al-ʻArbI, 1997 A.D), 535/3.
[6] Ibn-e-ʻArbī, Faṣūṣ al-Hikam, Translator: ʻAbdul Qadīr Ṣiddiquī (Lahore: Kitāb Mahal), 141.
[7] ʻAbdul Ghanī al-Nāblasī, Kitāb al-Wajūd (Beirūt: Dār al-Kitāb al-ʻIlmiyah, 1424 A.D), 27.
[8] ʻAbdul Ghanī al-Nāblasī, Kitāb al-Wajūd, 178.
[9] Jalāl ud-dīn Rūmī, Mathnavī (Lahore: Al-Faisal Bazār, 2006 A.D), 522.

شیخ ابن عربی کے نظریہ وحدۃ الوجود کا خلاصہ یہ ہے کہ وجود صرف واجب تعالیٰ کا ہے۔ اگر وجود کا اطلاق ہو سکتا ہے تو صرف اسی پر جو خود قائم ہے۔ ذات باری تعالیٰ پر، اسی لیے اس کو وجود مطلق کہتے ہیں باقی جو کچھ ہے چونکہ اپنے اپنے وجود میں اس وجود مطلق کا محتاج اور مرہون منت ہے اسی لیے وہ موجود ضرور ہے وجود نہیں یعنی ان کا اپنا کوئی وجود نہیں وہ وجود مطلق کی وجہ سے قائم ہیں اس لیے ایسے وجود کو وجود ماننا عقل سے بعید ہے۔ ہر چند کہ وہ ظاہر ہیں لیکن ان کی حقیقت عدم میں ہے۔

نظریہ وحدۃ الوجود قرآن وسنت کی روشنی میں

نظریہ وحدۃ الوجود شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے منضبط انداز میں پیش کیا اور وہ بنیادی اصول جن پر ابن عربی کے سارے صوفیانہ فلسفے کا دارومدار ہے وہ نظریہ وحدہ الوجود ہے یعنی تمام موجودات کو صرف اعتباری اور فرضی خیال کرنا اس کی رو سے تمام عالم اشیاء اس حقیقت کا محض ایک سایہ ہے جو اس کے پیچھے مخفی ہے یعنی اس وجود حقیقی کا جوہر اس شے کی آخری بنیاد ہے۔ الآن کما کان ہے یعنی جو تھی ہے اور آئندہ ہو گی ابن عربی کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے اشیاء کو پیدا کیا۔ اور خود ہی اس کا جوہر اصلی ہے۔

ابن عربی ہر چیز سے خدا تعالیٰ کے ظہور اور جلوہ کے قائل ہیں۔ عین سے مراد اشیاء کا ظہور اس سے ہے کائنات اس کے نور کا مظہر ہے اس پر وجود کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اسے موجود کہتے ہیں۔ عین کا ایک معنی محتاجی ہے۔

اس بات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ کیا نظریہ وحدۃ الوجود قرآن وسنت سے متصادم ہے یا قرآن وسنت اس کی تائید کرتے ہیں۔

" اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ ۚ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکَاۃٍ فِیْہَا مِصْبَاحٌ ۖ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ ۖ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّہَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبَارَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ "۔[10]

ترجمہ: اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے کسی طاق میں ایک چراغ ہو اور وہ چراغ ایک شیشہ میں رکھا ہو وہ شیشہ ایسا ہو جیسے ایک درخشندہ کوکب (ستارہ) اس سے تیل جل رہا ہے ایک مبارک درخت کا وہ درخت زیتون ہے جو نہ مشرق کی جانب ہے نہ مغرب کی۔

اس آیت مقدسہ میں اللہ کی مثل نہیں مثال بیان کی گئی ہے۔ اس کی مثل کوئی نہیں البتہ مثال ہے اس کے الفاظ ظاہری کو علامتیں اور تشبیہات واستعارات سمجھ کر اصل مفہوم تک رسائی ممکن ہے۔ فرمایا اللہ نور ہے اس تمام کائنات کا، وہی اس کائنات سے ظاہر ہو رہا ہے یہ کائنات اس کی اسماء وصفات کی مظہر ہے۔ اس آیت میں اللہ پر نور کا حمل بالمواطات ہے نہ کہ بالاشتقاق، نور حق مختلف رنگوں میں جلوہ گر ہے، یہ نور (بغیر احتجاج کے) خود بخود جلوہ گر ہے جب کہ جملہ اشیاء اس کے نور کی وجہ سے جلوہ گر ہیں۔

اللہ نور السموت والارض کے سامنے ہزار در ہزار زجاج (شیشے) ہیں کہ جن میں سے ہر ایک کے اندر ایک ہی سراج کا نور ہے یہ تعداد زجاج کے اعتبار سے ہے نور کے اعتبار سے نہیں۔ نور تو واحد ہے، زجاج کثیر ہیں۔ شیشہ ہائے کائنات یا تعینات کائنات سے عدم تھے جب نور خدا نے اعیان ثابتہ کے رنگ برنگ زجاجوں کے عدم میں انعکاس کیا۔ تو ہر شے نور بہ آغوش معرض وجود میں آگئی اور یہ نور آغاز کائنات سے لے کر خاتمہ کائنات تک اسی طرح جلوہ گر رہے گا۔ کیونکہ یہی کائنات کے وجود اور بقاء کا راز ہے جب اس نور کی جلوہ گری ختم ہو گی۔ کائنات پھر عدم ہو جائے گی کہ اشیاء فکری طور پر وجود نہیں رکھتیں۔ البتہ حسی طور پر موجود ہیں۔ اس کائنات کا

---

[10] Al-Nūr, 35:24.

موجود ہونا اللہ "نور السموت والارض" کا مرہون منت ہے۔ قرآن کریم کی دیگر آیات توحید وحدۃ الوجود کے بارے شاہد ہیں۔ سورۃ حدید میں اللہ تعالی نے معیت خلق کے ساتھ یوں بیان کیا ہے۔

"وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ "۔[11]

ترجمہ: اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں بھی ہو۔

سور الواقعہ میں قریب الہی کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

"وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ"۔[12]

ترجمہ: اور ہم اسی شخص کی طرف تم سے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔

سورۃ میں انسان کی شہ رگ سے زیادہ قربت کو یوں بیان کیا جاتا ہے۔

"نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ"۔[13]

ترجمہ: اور ہم اس کی شہ رگ سے زیادہ اس کے قریب ہیں۔

سور ۃالنسامیں معیت کو یوں بیان کیا گیا ہے

"يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَ لَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَ هُوَ مَعَهُمْ"[14]

ترجمہ: اور اللہ سے نہیں شرماتے حالانکہ اللہ ان کے ساتھ ہے۔

البقرہ میں قربت الہی کی یوں وضاحت کی گئی۔

"وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ"۔[15]

ترجمہ: اور جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے دریافت کریں تو آپ فرمادیں کہ بے شک میں ان کے قریب ہوں۔

تمام امور اسی کے سپرد ہیں اس مفہوم کو سورہ نساء میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

"قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ"۔[16]

ترجمہ: فرمادیجیے سب اللہ کی طرف سے ہے۔

اس کے سوا ہر چیز حال فناء میں ہے اس مفہوم کو سورہ قصص میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

"كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ"۔[17]

ترجمہ: اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔

معیت الہی کو سورۃ مجادلۃ میں یوں ذکر کیا گیا ہے۔

---

[11] Al-Hadīd, 4:57.

[12] Al-Wāqiyah, 85:56

[13] Qāf, 16:50

[14] Al-Nisā', 108:4.

[15] Al-Baqarah, 186:2.

[16] Al-Nisā' 78:4.

[17] Al-Qaṣaṣ, 88:28.

"مَا يَكُونُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلَاثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُم" ۔[18]

ترجمہ: نہیں ہوتی تین کی سرگوشی مگر ان کے ساتھ چوتھا اللہ ہے۔

ہر فعل اور انفعال اور ہر حرکت وصنعت جو عالم میں ظاہر ہوتی ہے اللہ تعالی سے ہے۔ اللہ تعالی اپنے قدرت سمع اور بصر کے ساتھ ہمیں محیط ہے۔ اور معیت محض علم کے سہارے نہیں بلکہ خارج اور حقیقت میں بھی موجود اور ثابت ہے۔

جہات قرب الٰہی: اول و آخر، ظاہر و باطن

قرآن کریم کی آیات مقدسہ کی روشنی میں جہات قرب الٰہی کا تحقیقی مطالعہ کیا جاتا ہے۔

قرآن کریم اللہ تعالی کے ظاہر و باطن اور اول و آخر کو بیان کرتا ہے۔ اور یہ ذات حق کی مختلف حیثیات کے اعتبار ہیں۔ وحدۃ الوجود کے قائلین دلائل سے اپنے نظریے کی تشکیل کرتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

" هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ" ۔[19]

ترجمہ: وہی ذات اول ہے اور وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے اور وہ ہر شے کا جاننے والا ہے۔

ہر ضمیر کا مرجع ذات حق ہے۔ چاروں جملے حصر ہیں۔ اس سے چاروں مراتب وجود اول و آخر، ظاہر و باطن میں حق تعالی کی ذات واحد کا حصر ہو جاتا ہے۔ اور ماسوی اللہ کا وجود کسی مرتبہ میں بھی ثابت نہیں ہوتا۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث سے ہوتی ہے۔

"انت الاول فليس قبلک شیء وانت الاخرفليس بعدک شیء وانت الظاهر فليس فوقک شیءوانت الباطن فليس دونک شیء"

ترجمہ: تو اول ہے پس تجھ سے پہلے کوئے شے نہیں اور تو آخر ہے تیرے بعد کوئی شے نہیں اور تو ظاہر ہے پس تیرے اوپر کوئی شے نہیں اور تو باطن ہے پس تیرے سوا کوئی شے نہیں۔[20]

حق تعالی ہی اول ہے اس سے پہلے کوئی شے نہیں۔ نفی وجود اس آیت کریمہ سے بھی واضح ہے سورۃ مریم میں اس کو یوں بیان کیا گیا۔

"وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِن قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا" ۔[21]

ترجمہ: ہم نے آپ کو پیدا کیا اور اس سے پہلے تو کوئی شے نہ تھی۔

اس میں بھی مرتبہ اول سے وجود کی نفی کی گئی ہے، دوسرے جملے کا مفہوم ہے کہ حق تعالی ہی آخر ہے اور اس کے بعد کوئی شے نہیں۔ ایک طرح مرتبہ آخر کی نفی کی گئی ہے۔ جب اول و آخر ظاہر اللہ تعالی ہی ہے تو باطن بھی وہی ذات حق ہے۔ اس طرح وجود کے چاروں مراتب سے وجود اشیاء کی پوری طرح نفی کی گئی ہے۔ ایک حدیث مبارکہ تفسیر کرتی ہے۔

---

[18] Mujādilah, 7-۵۸:

[19] Al-Hadīd, 3:57

[20] Muslim bin al-Hajjāj, Al-Ṣahih Kitāb al-Zikr wa al-Duʿa (Beirūt: Dār al-Ehyā' al-Turāth al-'Arbī), 472/5.

[21] Maryam, 9:19.

"عن ابی ہریرہ والذی نفس محمد بیدہ ولو انکم ولیتم رجلا بحبل الی الارض السفلی لھبط علی اللہ ثم قراھو الاول الاخر و الظاہر والباطن"

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے اگر یہ تحقیق چھوڑ دو تم کسی شخص کو اسی کے ساتھ باندھ کر زمین کے آخری درجے تک البتہ پڑے گی وہ رسی اللہ تعالی پر۔ پھر پڑھی آپ نے یہ آیت کریمہ ھو الاول والاخر والظاھر والمواطن[22]

وجود کو عین ذات حق قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالی ہر چیز کے ساتھ بالذات حاضر اور موجود ہے۔ اس امر کی دلیل میں چند ایک آیات قرآنی ہیں۔

" اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا "[23]

ترجمہ: بے شک اللہ تعالی ہر چیز کے ساتھ حاضر ہے۔

اس آیت مقدمہ سے یہ علم واضح ہوا کہ اللہ تعالی ہر شے کے ساتھ بالذات حاضر اور موجود ہے۔ اس مفہوم کو سورۃ یونس کی آیت بیان کرتی ہے۔

"وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ"[24]

ترجمہ: اے نبی ﷺ آپ کسی حالت میں نہیں ہوتے اور نہ ہی آپ پڑھتے ہیں اس کی طرف سے قرآن میں کچھ اور نہ ہی تم کرتے ہو کوئی عمل ہم تم پر حاضر ہوتے ہیں۔ اس وقت جب تم کام شروع کرتے ہو۔

حق تعالی نے اپنا ہر شے کے ساتھ بالذات موجود ہونا واضح فرمایا ہے اور ذات حق کو احاطت ذاتی سے موکد کیا ہے کیوں کہ جو ذات اشیاء پر محیط ہے وہ ضروری طور پر ہر شے کے ساتھ موجود ہو گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ وجود حق تعالی کے لیے ثابت ہوتا ہے اور توابعا وجود (صفات وافعال) بھی ان کے لیے مختص ہو جاتے ہیں حق تعالی ہی اول و آخر ظاہر و باطن سے قریب و اقرب ہے۔ محیط اور ساتھ ہے۔ اللہ تعالی ہی اس کائنات کا اول ہے اور وہی آخر ہے اور وہی ظاہر ہو رہا ہے اور وہی باطن ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ یعنی اس کائنات کی ہر شے سے ظاہر بھی ہو رہا ہے اور اس کائنات کی ہر شے کا باطن بھی وہی ہے۔

تجزیہ

اللہ ہی نور ہے ہر خیر و کمال کا مصدر وہی ہے اور وہی واجب الوجود ہے اس کے سوا جو کچھ ہے عدم ہے۔ اور وہ سر تا سر ظلمت اور تاریکی ہے کائنات میں ہر کائن کی اصل عدمی جز ہے۔ اللہ تعالی کی صفات نے ان اجزائے عدمیہ پر عکس ڈالا۔ حضرت وجود کے عکس سے عدم کو وجود ملا اور اللہ تعالی کے اسماء وصفات کے پرتو سے اجزائے عدمیہ میں کمالات کا ظہور ہوا۔ جس چیز پر اسماء وصفات کا پرتو

[22] Muhammad bin ʿIsā al-Tirmizī, Al-Sunan, Kitāb al-Tafsīr (Beirūt: Dār al-Ehya' Al-Turāth Al-'Arbī, 1998 A.D), 404/5.

[23] Al-Haj, 17:22.

[24] Yunas, 61:10.

جس قدر پڑتا گیا اسی قدر وہ چیز حسن و کمال سے آراستہ ہوتی چلی گئی۔ اور جس قدر اسماء وصفات کے تجلیات سے کوئی عدمی جز بے بہرہ رہا ہے اسی قدر وہ محروم اور بدنصیب ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ وجود حق تعالی اس کے لیے ثابت ہوتا ہے اور توابعات وجود (اصفات وافعال) بھی ان ہی کے لیے مختص ہو جاتے ہیں حق تعالی ہی اول و آخر ہے۔ ظاہر و باطن سے قریب و اقرب ہے محیط اور ساتھ ہے۔

مسئلہ وحدۃ الوجود کا مسائل ثلاثہ کی صورت میں قرآن وسنت کی روشنی میں جائزہ لیا جاتا ہے۔

مسئلہ اولی

اللہ تعالی وجود مطلق حقیقی ہے اور کوئی اس کا شریک نہیں۔ قرآن کریم وجود مطلق کے بارے سورۃ نور میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔

"اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ ۚ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكَاةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۖ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ۖ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۚ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ۗ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۗ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ"[25]

ترجمہ: اللہ آسمان اور زمین کا نور ہو۔ اس کے نور کی مثال ایک طاق جیسی ہے اس میں ایک چراغ ہو اور وہ چراغ شیشے کی قندیل میں ہو۔ گویا ایک چمکتا ہوا تارا ہے اور وہ چراغ زیتون کے مبارک تیل سے روشن کیا جاتا ہے کہ وہ نہ شرقی ہے نہ غربی، قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہو جائے۔ اگر نہ چھوئے اس کو آگ، روشنی کے اوپر روشنی ہے اللہ تعالی جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف راہ دکھاتا ہے اور اللہ تعالی لوگوں کے لیے اپنی مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ تعالی ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

آیت کے ابتدائی الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں۔ اللہ تعالی اس ساری کائنات کا نور ہے اور نور کے حقیقی معنی یہ ہیں ظاہر لذاتہ ومظھر لغیرہ یعنی نور وہ ہے جو اپنی ذات کو بھی ظاہر کرے اور اپنے غیر کو بھی ظاہر کر دے۔ ظہور وجود پر موقوف ہے اور منحصر ہے ظاہر وہی ہو گا جو موجود بھی ہو اور جس کا وجود لذاتہ ہے گویا وہ واجب الوجود اور اس کا ظہور بھی لذاتہ ہے۔ واجب الوجود بذات خود کائنات میں ظاہر اور باقی کائنات سماویات وعلویات وسفلیات میں انہی کا ظہور ہو رہا ہے۔

مقدمے کے دوسرے جز میں غیر کی نفی کی گئی ہے۔ وجود مطلق واحد ہے اور کسی قسم یا نوع کی کثرت متصور نہیں ہو سکتی۔ سورۃ اخلاص میں غیر کی سختی سے نفی کر دی گئی۔ فرمایا

" قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ "[26]

ترجمہ: اے نبی ﷺ کہہ دو کہ اللہ ایک ہے اللہ سب سے بے نیاز نہ کوئی اس کا بیٹا ہے اور نہ جو کسی کا بیٹا ہے اور نہ ہی کوئی اس کا ہم سر ہے۔

---

[25] Al-Nūr, 35:24.

[26] Ikhlāṣ, 1-4:112.

یہ آیت وحدۃ الوجود کے دوسرے جز پر دلیل ہے اللہ پاک ہے الوہیت میں اس کا کوئی ثانی نہیں۔ وہ بیوی بچوں سے پاک ہے، سب عیبوں سے بری ہے۔ وہ سب کا مالک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہ ہے اس کا کوئی وزیر نہیں، صانع ہے اس کو کوئی تدبیر سکھانے والا نہیں۔ وہ بذاتہ موجود ہے وہ کسی موجد کا محتاج نہیں۔ اللہ کے سوا جتنی چیزیں ہیں۔ اپنے وجود میں سب اس کے محتاج ہیں۔ پس تمام عالم اس سے موجود ہے وجود بالذات و بنفسہ سے صرف وہی موجود ہے۔

مسئلہ ثانیہ

تمام ممکنات معدوم اصلی ہیں۔ کیوں کہ ممکنات کے لئے ذاتی و اصلی وجود ممکن ہی نہیں۔ اس لیے کہ ان کا وجود اللہ تعالی کی توجہ کا محتاج ہے۔ سورۃ القصص کی آیت 88 اس کی تائید کرتی ہے۔

"کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ"[27]

ترجمہ: اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہالک ہے۔

آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ کے سوا ہر چیز ہالک اور بالفعل معدوم ہے۔ اس آیت میں وجھہ سے مراد ذات الٰہی جو وجود واحد حقیقی ہے اور تمام اشیاء اس کے ساتھ قائم ہیں۔ حالاں کہ اشیاء باعتبار حقیقت کے معرض ہلاکت میں ہیں۔ سورہ رحمن کی آیت میں حکم ارشاد ہوا ہے۔

" کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ"[28]

ترجمہ: ہر چیز معرض فناء میں ہے اور تیرے رب کی ذات ہی باقی ہے، جو بڑے جلال و اکرام والا ہے۔

قاضی بیضاوی نے مذکورہ آیت کی تفسیر یوں لکھی۔

"یبقی وجه ربک" میں وجہ سے ذات مراد ہے اگر تو موجودات کی جہات پر غور کرے اور ان کی موجودیت کی مختلف وجوہ کی تحقیق کرے تو یہ جان لے گا کہ یہ اپنی حد ذات میں فانی تھے۔ سوائے اللہ تعالی کے وجود کی جہت کے یعنی جس جہت سے وجود اس سے ملا ہے اس کی وجہ سے یہ موجود ہیں"۔[29]

یوں ہی القصص کی آیت مقدمہ "کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ" کے بارے قاضی بیضاوی لکھتے ہیں۔

"وجھ سے مراد ذاتہ ہے پس جو اس کی ذات کے علاوہ ہے ممکن ہے وہ اپنی حد ذات میں ھالک اور معدوم ہے"۔[30]

آیت مقدمہ کے تحقیقی مطالعہ سے عیاں ہوا کہ ہر چیز معرض فنا میں اور بذات فنا ہونے والی ہے۔

مسئلہ ثالثہ

تمام موجودات اسمائے حسنہ کے مظاہر اضافت ہیں۔ باری تعالی کے اسمائے حسنیٰ کا ظہور ان مظاہر میں ہوا ہے۔ صوفیہ نے وجود کی اس جہت کی مختلف اعتبار سے وضاحت کی ہے۔ صوفیہ کے مطابق قرآن کریم اللہ تعالی کی ہر شے سے ذاتی معیت، احاطت ،

---

[27] Al-Qaṣaṣ, 88:28.

[28] Al-Rehmān, 26-27:55.

[29] Nāṣir ud-dīn al-beizāvī, Beizāvī (Beirūt: Moasisa tul Ilmī, 1410 A.H), 224/4.

[30] Nāṣir ud-dīn al-beizāvī, Beizāvī, 318/3.

قرب، تحول فی الصور، اول وآخر اور ظاہر و باطن ہونا ظاہر ہے۔ سوان جہات کا تحقیقی مطالعہ کیا جاتا ہے۔ سورۃ حدید میں ارشاد ربانی ہے۔

"وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ"[31]

ترجمہ: (اللہ) تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو۔

ہر انسان زمان و مکان میں جو کچھ کرتا ہے اللہ تعالی اسے دیکھتا ہے اس رویت کا تعلق ذات کے ساتھ ہے یوں النساء میں حکم آیا

"وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ"[32]

ترجمہ: اللہ تعالی سے کوئی بات چھپائی نہیں جاسکتی کیوں کہ وہ ساتھ ہی ہے۔

اس آیت مقدسہ میں حق تعالی کی معیت ذاتی کی واضح دلیل ہے۔ یوں حدیث مبارکہ مذکورہ مفہوم کی تائید کرتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔

"اذکان احمد کم یصلی فلا یبعق قبل وجهه اذا صلی فان الله تبارک و تعالی قبل و جهه اذا صلی "[33]

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے روبرو نہ تھوکے کیوں کہ حق تعالی اس کے روبرو ہیں۔

حافظ ابن حجر نے اس حدیث سے استدلال فرمایا ہے۔

"فيه الرد على من زعم انه على العرش بذاته "

ترجمہ: اس حدیث سے اس شخص کے خیال کی تردید ہوتی ہے جو حق تعالی کی ذات کو فوق عرش ہی مقید کر دیتا ہے۔[34]

قرب حق بہ خلق

اللہ تعالی انسانوں کے قریب ہے آیات واحادیث اس امر پر دلالت کرتی ہے۔ سورہ واقعہ میں ارشاد ہوا۔

" وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ "۔[35]

ترجمہ: ہم اس سے تمہاری بہ نسبت قریب تر ہیں مگر تم نہیں دیکھتے۔

یہاں قریب ذاتی حسی ہے اور بصارت سے متعلق ہے "لا تبصرون " کے الفاظ واضح کرتے ہیں کہ ذات فی حد ذاتہ مثل صفات کے معقول نہیں۔ مدرک بالحسن ہے۔ اور سورۃ ق کی آیت واضح کرتی ہے

"وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ"[36]

---

[31] Al-Hadīd, 4:57.

[32] Al-Nisā', 108:4.

[33] Muslim bin al-Hajjāj, Al-Ṣahih Kitāb al-Zikr wa al-Duʿa (Beirūt: Dār al-Ehyā' al-Turāth al-'Arbī), 388/1.

[34] Ibn-e-Hajar 'Asqalānī, Fath al-Bārī (Beirūt: Dār al-Maʿrifah, 1389 A.H), 508/1.

[35] Al-Waqiyah, 85:56.

[36] Qāf, 16:50.

ترجمہ: ہم جانتے ہیں جو باتیں آتی رہتی ہیں ہم اس سے رگ جان سے زیادہ قریب ہے۔

مذکورہ آیت میں واو تفسیر یہ ماقبل کی معیت علمی اور مابعد قربت ذاتی کو واضح کرتی ہے۔ سورۃ بقرہ کی ایک اور آیت اس مفہوم کی تائید کرتی ہے۔

"وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ"[37]

ترجمہ: جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں سو میں قریب ہوں۔

مذکورہ آیت مقدسہ کی تفسیر حدیث مبارکہ سے کی گئی ہے۔

"ان عرابیا قالا رسول الله ﷺ اقریب ربنا فتنا جیه ام بعید النبی ﷺ فانزل الله واذا سالک عبادی عنی الفی قریب"[38]

ترجمہ: ایک اعرابی نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ کیا ہمارا رب قریب ہے کہ ہم اس سے سرگوشی کریں۔ یا دور ہے کہ ہم اس کو پکاریں۔ رسول اللہ خاموش رہے تو اللہ نے اس آیت کو نازل کیا۔

"وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ"[39]

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوا کہ قرب الٰہی سے مراد قرب ذاتی ہے۔ نہ کہ محض علمی۔ حضرت ابو موسی اشعری کی ایک روایت قرب ذاتی کی تائید کرتی ہے۔

" عن ابی موسی الاشعر ی قال کنا مع رسول الله ﷺ فی سفر فجعل الناس یجهرون بالتکبیر فقال رسول الله ﷺ انکم تدعون سمیعا بصیرا وهو معکم والذین تدعو نه اقرب الی احد کم من عنق راحلته"[40]

ترجمہ: ابو موسی اشعری نے کہا کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ لوگ بلند آواز سے تعبیر کہنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اے لوگوں اپنی جانوں پر نرمی کرو۔ (یعنی آہستہ ذکر کرو) تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے ہو وہ تمہارے اونٹ کی گردن سے بھی تمہارے زیادہ قریب ہے۔

قرآن واحادیث کے ان واضح احکامات سے معلوم ہوا کہ حق تعالی کی قربت خلق سے مکانی، زمانی اور رتبی بلکہ ذاتی قربت ہے۔

خلقت کو محیط

اللہ تعالی کا مخلوق کا احاطہ کرنا بھی صرف زمانی، مکانی اور علمی اعتبار سے نہیں بلکہ ذاتی اعتبار سے ہے۔ سورۃ النساء میں حکم ہوا۔

"وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا"[41]

---

[37] Al-Baqarah, 186:2.

[38] Muhammad ibn-e-Habbān, Al-Thaqāt (Beirūt: Dār al-Fikr, 1395 A.H), 436/8.

[39] Al-Baqarah, 186:2.

[40] Muhammad bin Ismāʿīl Bukhārī, Al-Ṣahih, Kitāb al-Dawah (Beirūt: Dār ibn-e-Kathīr, 1407 A.H), 2346/5.

[41] Al-Nisā, 126:4.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ فرمائے ہوئے ہے۔

یوں ہی حم السجدہ میں ارشاد فرمایا

"اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ " [42]

ترجمہ: خبر دار اللہ تعالیٰ ہر چیز پر محیط ہے۔

کائنات کی ہر چیز کا اللہ تعالیٰ احاطہ کیے ہوئے ہے۔ یہ احاطہ علمی بھی ہے اور ذاتی بھی ہے۔ اس سے ذاتی احاطہ پر استدلال کیا گیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہود کو اللہ تعالیٰ کے احاطہ کے متعلق ارشاد فرمایا۔

"سبحانه و تعالى عن تكيف من زعم ان الهنا محدود فقد جهل الخالق دالمعبود ومن ذكر ان الا ماكن به تحيط لذمه الحيرة والتخليط بل هو محيط بكل مكان "۔ [43]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تکیف سے پاک وبلند ہے جس نے یہ زعم کیا کہ ہمارا الٰہ محدود ہے تو وہ خالق و معبود سے جاہل ہے۔ اور جس نے کہا کہ اماکن اس کا احاطہ کرتے ہیں تو اس سے حیرت اور تخلیط لازم ہو گی بلکہ وہ خود سب مکانوں پر محیط ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول مبارک سے احاطت ذاتی کے عموم کا تحقق ہوتا ہے۔ جب ذات مطلق کا کسی خاص جہت سے احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ تو پھر اس کی احاطت عمولی ہے۔ ذات مطلق محدود نہیں کی جا سکتی ہے یہ احاطت ذاتی کا ثبوت ہے، اس مفہوم کو سورۃ النساء میں یوں بیان کیا گیا۔

فَأَيْنَما تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّهِ

ترجمہ: تم اپنا منہ جدھر پھیرو وہیں ہے ذات اللہ کی۔

چوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر محیط ہے لہٰذا وہ ہر چیز کے ساتھ بالذات موجود ہے تم جس طرف منہ پھیرو گے یا جس چیز کو پاؤ گے ادھر ذات الٰہی کو دیکھو گے۔ کیوں کہ حق کی معیت و حضور کے بغیر کوئی شے موجود نہیں ہے۔

تجزیہ

وحدۃ الوجود کا ماحصل یہ ہے کہ وجود صرف ایک ہے اور وہ ذات خداوندی ہے کائنات کی تمام اشیاء ذات خداوندی کی صفات کے مختلف مظاہر اور شیون ہیں۔ وہ ذات ہمہ وقت اپنی شانوں کا اظہار طرح طرح سے کرتے رہتی ہے۔ قرآن مجید میں "کل یوم ھو فی شان" ایک کی ہی طرف اشارہ ہے۔ اس نظریہ کے بموجب ذات خداوندی اور کائنات ایک دوسرے کے عین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کائنات کا اول ہے اور وہی آخر ہے اور وہی ظاہر ہو رہا ہے اور وہی باطن ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ یعنی اس کائنات کی ہر شے سے ظاہر بھی ہو رہا ہے۔ اور اس کائنات کی شے کا باطن بھی وہ ہے۔

محسن جہانگیری محی الدین ابن عربی "حیات و آثار" میں ابن عربی کے تصور وجود کو یوں لکھتے ہیں۔

[42] Hā-Mīm Al-Sajdah, 54.

[43] Abū Nuʿaim al-Aṣbahānī, Hilya tul-Awliyā', Beirūt: Dār al-Kitāb al-'Arbī, 1405 A.H), 2/3.

"وجود صرف واجب تعالیٰ ہی ہے جو حقیقت وجود اور وجود حقیقی ہے اور ماسوا یعنی جمیع ممکنات اس کے اظلال ہیں اور ان ممکنات کا وجود ظلی اور اکتسابی ہے پس اس صورت میں کہا جا سکتا ہے کہ وجود واحد سے ان کی مراد وجود اصلی اور تحقیقی ہے اور واحدات سے ان کا مقصود وحدت شخصی ہے"۔[44]

لفظ وجود کا اطلاق صوفیہ کرام کی اصطلاح میں واجب تعالیٰ پر ہوتا ہے اور اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ صرف ذات حق تعالیٰ ہی ہے جو اپنی ذات سے قائم ہے برعکس دیگر اشیاء کے جو ہستی مطلق سے قائم ہیں۔

وحدۃ الوجود کا مطلب یہ ہے کہ اصلی ، حقیقی ،دائمی اور خود بخود صرف ایک ہستی باری تعالیٰ کی ہے۔باقی تمام کائنات کا وجود اسی ایک وجود کے قائم کرنے سے موجود ہے۔اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا ذاتی حقیقی وجود (ہستی) نہیں۔

[44] Mohsin Jahangīr, Mohi ud-dīn Ibn-e-Arabī Hayāt wa Athār (Lahore: Idārah Thaqafat-e-Islamiyah, 1999 A.D), 247.